# نسخ کا مفہوم

ڈاکٹر حافظ عبداللہ ☆

قرآن کریم کی تفسیر و تاویل اور اس سے استنباط احکام کے لیے نسخ کی حقیقت اور ناسخ ومنسوخ کا علم انتہائی ضروری ہے۔ متقدمین نسخ سے کیا مراد لیتے ہیں اور متأخرین کی اصطلاح میں اس کے کیا معنی ہیں؟ علماءِ اصول اور مفسرین کے اس باب میں کیا مذاہب ہیں ان تمام امور سے واقفیت حاصل کیے بغیر قرآن کریم کی تفسیر و تاویل یا اس سے استنباط واستخراج کجروی کا باعث بن سکتا ہے۔

قرآن کریم کی تفسیر و تاویل اور استنباطِ احکام میں ''علم نسخ'' کی اہمیت ہی کے پیش نظر علماءِ تفسیر و علوم قرآن نے اس موضوع پر مستقل کتب تصنیف کی ہیں اور علماءِ اصول نے کتبِ اصول میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔

## نسخ کے لغوی معنی

لغت میں ''نسخ'' کے معنی ۱۔نقل وتحویل ۲۔ابطال اور ۳۔ازالہ کے ہیں۔

علامہ ابن منظور افریقی نسخ کے معنی ''نقل'' بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نسخ الشئی ینسخه نسخا و انتسخه و استنسخه: أكتتبه عن معارضه. التهذيب : النسخ اكتتابک کتابا عن كتاب حرفاً بحرف، والأصل نسخة، والمكتوب عنه نسخة لأنه قام مقامه، والكاتب ناسخ ومنتسخ''(۱)

اور دوسرا معنی یعنی نسخ کے معنی ''ابطال'' بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''والنسخ : إبطال الشئی و إقامة آخر مقامه''(۲)

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، لاہور

اس کے تبدیل اور ازالہ کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''النسخ تبدیل الشئی من الشئ : وھو غیر ہ ، و نسخ الآیة بالآیة : إزالة مثل حکمھا ''(۳)

فراء اور ابوسعید کا قول نقل فرماتے ہیں:

''مسخه الله قردا و نسخه قردا بمعنی واحد''(۴)

اور پھر فرماتے ہیں:

''والعرب تقول : نسخت الشمس ألظل وانتسخته ازالته، والمعنی أذھبت الظل وحلت محله؛ قال العجاج :

إذا الأعادی حسبونا ، نخنخوا

بالحدر والقبض الذی لا ینسخ

أی لا یحول و نسخت الریح اثار الدیار غیرتھا''(۵)

علامہ زمخشری نسخ کے معنی ''نقل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نسخت کتابی من کتاب فلان و انتسخته واستنسخته بمعنی ، ویکون الاستنساخ بمعنی الاستکتاب (إنا کنانستنسخ ) و ھذہ نسخة عتیقة و نسخ عتق. و تقول : ما نسخه ، و إنما مسخه، ونسخت الایة بالاخری''

اور پھر مجازی معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ومن المجاز : نسخت الشمس الظل والشیب الشباب''(٦)

گویا علامہ زمخشری کے نزدیک ''نسخ'' کے معنی ''نقل'' حقیقی ہیں اور ''ازالہ'' کے معنی مجازی ہیں۔

علماءِ اصول کے درمیان ''نسخ'' کے معنی میں اختلاف ہے۔ علامہ سرخسی ''نسخ'' کے معنی ''نقل'' ''ابطال'' اور ''ازالہ'' بتانے کے بعد فرماتے ہیں:

''وکل ذلک مجاز لا حقیقة ، فإن حقیقة النقل أن تحول عین الشئ من

موضع إلى موضع آخر و نسخ الكتاب لا يكون بهذه الصفة إذلا يتصور نقل عين المكتوب من موضع الى موضع آخر و إنما يتصور إثبات مثله فى المحل الآخر. وكذلک فى الأحكام فإنه لا يتصور نقل الحكم الذى هو منسوخ إلى ناسخه و إنما المراد اثبات مثله مشروعا فى المستقبل أو نقل المتعبد من الحكم الأول إلى الحكم الثانى . وكذلک معنى الإزالة فان إزالة الحجر عن مكانه لا يعدم عينه ولكن عينه باق فى المكان الثانى ، وبعد النسخ لا يبقى الحكم الأول ، ولو كان حقيقة النسخ الازالة لكان يطلق هذا الاسم على كل ما توجد فيه الازالة وأحد لا يقول بذلک وكذلک لفظ الإبطال فإن بالنص لا تبطل الآية وكيف تكون حقيقة النسخ الإبطال وقد أطلق الله تعالىٰ ذلک فى الإثبات بقوله تعالىٰ : ﴿إنا كنا نستنسخ ما كنتم تعملون﴾ (٧) فعرفنا أن الاسم شرعى عرفناه بقوله تعالىٰ ﴿ما ننسخ من آية أو ننسها نأت بخير منها أو مثلها﴾ (٨) وأوجه ما قيل فيه إنه عبارة من التبديل من قول القائل نسخت الرسوم : أى بدلت برسوم اخر''(٩)

گویا علامہ سرخسیؒ کے نزدیک ''نسخ'' کے تینوں معانی یعنی نقل، ابطال اور ازالہ مجازی ہیں نہ کہ حقیقی۔ امام غزالیؒ کے نزدیک ''نسخ'' کا لفظ ''ازالہ'' اور ''نقل'' دونوں معنی میں حقیقی ہے اور مشترک ہے۔ فرماتے ہیں:

''فاعلم أن النسخ عبارة عن الرفع والازالة فى وضع اللسان ، يقال : نسخت الشمس الظل ونسخت الريح الآثار، إذا أزالتها. وقد يطلق لإرادة نسخ الكتاب، فهو مشترک . و مقصودنا النسخ الذى هو بمعنى الرفع والإزالة''(١٠)

علامہ ابوالحسین البصری کے نزدیک نسخ کے معنی ازالہ حقیقی ہیں اور نقل کے معنی میں مجاز ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

’’((النسخ)) مستعمل فی اللغة فی الإزالة و فی النقل. أما فی الإزالة. فقولهم : ((نسخت الشمس الظل)) لأنه قد لا يحصل الظل فی مكان آخر، فيظن أنه انتقل إليه و قولهم : ((نسخت الريح آثارهم)) . و أما فی النقل ، فقولهم : ((نسخت الكتاب)) أی نقلت ما فيه إلی كتاب آخر . والأشبه أن يكون مجازا فی ذلک، لأن ما فی الكتاب لم ينتقل علی الحقيقة . و إذا كان مجازا فيه ، كان حقيقة فی الازالة . لأنه غير مستعمل فی سواهما ‘‘(١١)

قفال کی رائے یہ ہے کہ ’’نقل‘‘ کے معنی میں حقیقت ہے اور ’’ازالہ‘‘ کے معنی میں مجاز ہے۔

علامہ آمدی فرماتے ہیں:

’’وذهب القفال من أصحاب الشافعی إلی أنه حقيقة فی النقل والتحويل ‘‘(١٢)

أبوالقاسم ہبۃ اللہ بن سلامہ فرماتے ہیں:

’’أعلم أن الناسخ والمنسوخ فی كلام العرب هورفع الشئ و جاء الشرع بما تعرف العرب إذ كان الناسخ والمنسوخ يرفع حكم المنسوخ‘‘(١٣)

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں:

’’النسخ فی اللغة علی معنيين:

الأول : الرفع والازالة ،يقال : نسخت الشمس الظل إذا رفعت ظل الغداة بطلوعها و خلفه ضوؤها ، و منه قوله تعالیٰ: (فينسخ الله ما يلقی الشيطان) (١٤)

والثانی : تصوير مثل المكتوب فی محل آخر ، يقولون نسخت الكتاب ، ومنه قوله تعالیٰ : ﴿إنا كنا نستنسخ ما كنتم تعملون ﴾

و إذا أطلق النسخ فی الشريعة أريد به المعنی الأول ، لأنه رفع الحكم الذی ثبت تكليفه للعباد إما بإسقاطه إلی غير بدل أو إلی بدل‘‘(١٥)

علامہ بزدویؒ کے نزدیک ''نسخ'' کے حقیقی معنی ''تبدیل وازالہ'' کے ہیں اوراس ''کلمہ'' کی اصل یہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''اما النسخ فانه في اللغة عبارة عن التبديل قال الله تعالىٰ ﴿وإذا بدلنا آية مكان آية والله أعلم بما ينزل﴾ (١٦) فسمى النسخ تبديلا و معنى التبديل ان يزول شئ فيخلفه غيره يقال نسخت الشمس الظل لانها تخلفه شيئا فشيئا هذا اصل هذه الكلمة و حقيقتها ''(١٧)

علامہ عبدالعزیز بخاریؒ شرح اصول بزدوی میں علماء اصول کی ''نسخ'' کے لغوی معنی سے متعلق مختلف آراء تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''والأولى في الشرع أن يكون بمعنى الإزالة لأن نقل الحكم الذى هو منسوخ إلى ناسخه لا يتصور. وأما الإزالة و هي الإبطال والإعدام فمتصور. و ذكر في (الميزان) أنه اسم عرفي عند بعضهم فإن ما هو معناه و هو الرفع والإزالة لا يتحقق في النسخ الشرعي فكان الاستعمال عرفاً فيكون الاسم منقولا كاسم الصلاة للأفعال المعهودة لما لم يكن فيها معنى الاسم اللغوى يكون اسما منقولا لا اسما شرعيا فكذا هذا. وقال بعضهم : هو اسم شرعى لأن فيه معنى لغوياً و هو الإزالة من وجه على ما يذكر ''(١٨)

امام رازیؒ ''نسخ'' کے حقیقی معنی ''ازالہ'' کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''أن النقل أخص من الزوال ، لأنه حيث وجد النقل فقد عدمت صفة ، و حصلت صفة أخرى. فإذن مطلق العدم أعم من عدم يحصل عقيبه شئ آخر ، و إذا دار اللفظ بين العام والخاص. كان جعله حقيقة في العام أولى من جعله حقيقة في خاص، على ما تقدم تقريره في كتاب اللغات. والله اعلم''(١٩)

علامہ آمدی علماء اصول کی نسخ کے لغوی معنی سے متعلق مختلف آراء نقل کرنے اوران پرنقد وجرح کرنے

کے بعد فرماتے ہیں:

"واذا تعذر ترجيح أحد الأمرين مع صحة الإطلاق فيهما ، كان القول بالاشتراك أشبه، اللهم إلا أن يوجد فی حقيقة النقل خصوص تبدل الصفة الوجودية بصفة وجودية فيكون النقل أخص. و مع هذا كله ، فالنزاع فی هذا لفظی لا معنوی"(۲۰)

ڈاکٹر مصطفیٰ زید اپنے تحقیقی مقالہ "النسخ فی القرآن الکریم" میں لفظ "نسخ" سے متعلق علماءِ اصول، مفسرین اور علماء علوم القرآن کی آراء نقل کرتے ہیں اور پھر عہد نامہ قدیم میں "نسخ" کا عبرانی مترادف اور اس کے استعمالات اور قرآن کریم میں جواز نسخ سے متعلق آیات پر مفصل بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"واخيرا ، لعل فيما استأنسنابه لترجيح أن الإزالة هی المعنى الذی يدل عليه النسخ بأصل و ضعه . ما يحسم ذل الخلاف الذی حكاه ابن فارس فی مقاييس اللغة ، فقد وضح منه أن قياس النسخ رفع شئ و اثبات غيره مكانه. أما نقل شئ الى شئ. فهو مجاز عنه"۔(۲۱)

## متقدمین کے نزدیک نسخ کا مفہوم

نسخ کی اصطلاحی تعریف سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ متقدمین خصوصاً صحابہؓ و تابعین کے نزدیک نسخ کا مفہوم کیا تھا۔

متقدمین اور خصوصاً صحابہ و تابعین نسخ کو انتہائی وسیع معنوں میں استعمال کرتے تھے ان کے دور میں نسخ کے معنوں میں نہایت وسعت اور ہمہ گیری تھی۔ اس وقت تک اسلامی علوم وفنون کی تدوین نہیں ہوئی تھی کہ مختلف امور کی مختلف حیثیات کو پیش نظر رکھ کر ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ اصطلاحیں وضع کی جائیں اس لیے معنی عام کی تخصیص، مجمل آیات کی تشریح، مطلق کی تقیید اور کسی حکم کلی سے استثنا، کر دینے کو بھی نسخ سے تعبیر کیا جاتا تھا کیونکہ اس دور میں عام، خاص، مطلق، مقید، مجمل، مبین،

مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کی اصطلاحیں موجود نہیں تھیں اس کے علاوہ اس زمانہ میں قرآن مجید کی وہ آیتیں بھی ناسخ ہی سمجھی جاتی تھیں جن میں انسان کے اخلاق و عادات، رسم و رواج اور قدیم مذاہب کے مسخ شدہ مسائل کی اصلاح کی گئی۔ اس زمانہ میں متقدمین سلف نے ان تمام مطالب کے لیے قرآن مجید کی اس آیت ﴿وما ننسخ من آية او ننسها نأت بخير منها أو مثلها ﴾ (۲۲) سے صرف ایک اصطلاح نسخ وضع کر لی تھی اور صرف یہی ایک اصطلاح ہر موقع پر استعمال کی جاتی تھی۔ آثارِ صحابہؓ اور اقوال تابعین میں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں جن میں ان مختلف مطالب کے لیے صرف لفظ نسخ استعمال کیا گیا ہے۔ سلف کے کلام کے استقراء و تتبع کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے ہاں نسخ کا مذکورہ بالا مفہوم ہی تھا۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

''و ذلک أن الذی یظهر من کلام المتقدمین أن النسخ عندهم فی الإطلاق أعم منه فی کلام الأصولیین: فقد یطلقون علی تقیید المطلق نسخا، وعلی تخصیص العموم بدلیل متصل أو منفصل نسخا، وعلی بیان المبهم والمجمل نسخا ، کما یطلقون علی رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی متأخر نسخا، لأن جمیع ذالک مشترک فی معنی واحد، و هو أن النسخ فی الاصطلاح المتأخر اقتضی أن الأمر المتقدم غیر مراد فی التکلیف، و إنما المراد ما جیء به آخرا، فالأول غیر معمول به و الثانی هو المعمول به۔ و هذا المعنی جار فی تقیید المطلق، فإن المطلق متروک الظاهر مع مقیده، فلا إعمال له فی إطلاقه، بل المعمل هو المقید فکأن المطلق لم یفد مع مقیده شیئا، فصار مثل الناسخ و المنسوخ. و کذلک العام مع الخاص، اذ کان ظاهر العام یقتضی شمول الحکم لجمیع مایتناولها اللفظ ، فلما جاء الخاص أخرج حکم ظاهر العام عن الاعتبار ، فأشبه الناسخ و المنسوخ ، الا

أن اللفظ فلما جاء الخاص أخرج حكم ظاهر العام عن الاعتبار، فأشبه الناسخ والمنسوخ، الا أن اللفظ العام لم يهمل مدلوله جملة، وإنما أهمل منه ما دل عليه الخاص، وبقي السائر على الحكم الأول، والمبين مع المبهم كالمقيد مع المطلق، فلما كان كذلك استسهل إطلاق لفظ النسخ في جملة هذه المعاني، لرجوعها الى شئ واحد''۔(۲۳)

علامہ شاطبیؒ کی مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ متأخرین کے نزدیک نسخ کا مفہوم ''رفع الحكم الشرعي بدليل شرعي متأخر نسخا'' ہے اور متقدمین جب ''نسخ'' کی اصطلاح استعمال کرتے تھے تو صرف اس معنی میں نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے وسیع معنوں میں استعمال کرتے تھے۔

علامہ شاطبیؒ نے متقدمین کے نزدیک ''نسخ'' کے مذکورہ بالا مفہوم کی وضاحت کے لیے متعدد مثالیں ذکر فرمائی ہیں جن میں چند ایک ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

علامہ شاطبی فرماتے ہیں:

''ولا بد من أمثلة تبين المراد: فقد روى عن ابن عباس أنه قال في قوله تعالىٰ: ﴿من كان يريد العاجلة عجلنا له فيها ما نشاء لمن نريد﴾ (۲۴) إنه ناسخ لقوله تعالىٰ: ﴿من كان يريد حرث الآخرة نزد له في حرثه، و من كان يريد حرث الدنيا نؤته منها﴾ (۲۵) وعلى هذا التحقيق تقييد المطلق، إذ كان قوله: (نؤته منها) مطلقاً و معناه مقيد بالمشيئة''(۲۶)

مذکورہ مثال میں پہلی آیت جس کو ناسخ کہا گیا ہے ''مشیت'' کی قید سے مقید جب کہ دوسری آیت جس کو منسوخ کہا گیا ہے مطلق ہے یعنی جس میں ''مشیت'' کی قید نہیں ہے۔ اب پہلی آیت نے دوسری آیت کے اطلاق کی تقیید کردی اس بنا پر متقدمین اس کے لیے ''نسخ'' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں، جبکہ متأخرین کے نزدیک یہ اصطلاحی نسخ نہیں ہے بلکہ تقیید المطلق ہے۔

دوسری مثال علامہ شاطبیؒ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**''وقال فی قوله ﴿والشعراء یتبعهم الغاوون. الی قوله : و انهم یقولون ما لا یفعلون ﴾ (٢٧) هو منسوخ بقوله: ﴿الا الذین امنوا و عملوا الصلحت وذکروا الله کثیرا﴾ (٢٨) الآیة! قال مکی : وقد ذکر عن ابن عباس فی أشیاء کثیرة فی القرآن فیها حرف الاستثناء أنه قال ((منسوخ)) قال و هو مجاز لا حقیقة ، لأن المستثنی مرتبط بالمستثنی منه ، بینه حرف الاستثناء أنه فی بعض الأعیان الذین عمهم اللفظ الأول : والناسخ منفصل عن المنسوخ رافع لحکمه، وهو بغیر حرف. هذا ما قال . ومعنی ذلک أنه تخصیص للعموم قبله، ولکنه أطلق علیه لفظ النسخ، إذ لم یعتبر فیه الاصطلاح الخاص''(٢٩)**

اس مثال میں ناسخ مستثنیٰ ہے اور منسوخ مستثنیٰ منہ کو کہا گیا ہے جب کہ جمہور اصولیین اس کو تخصیص العام کہتے ہیں اور حنفی اصولیین اس کو تخصیص العموم بھی نہیں کہتے بلکہ محض استثناء کہتے ہیں اس لیے کہ مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ باہم مربوط ہوتے ہیں۔

علامہ شاطبی تیسری مثال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**''وقال فی قوله تعالیٰ : ﴿لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا و تسلموا علی أهلها ﴾(٣٠) إنه منسوخ بقوله : ﴿لیس علیکم جناح أن تدخلوا بیوتا غیر مسکونة﴾ الآیة (٣١) ولیس من الناسخ والمنسوخ فی شیٔ غیر أن قوله : ﴿لیس علیکم جناح ﴾ یثبت أن البیوت فی الآیة الأخری إنما یراد بها المسکونة''(٣٢)**

حالانکہ یہاں بھی صرف اتنی وضاحت کی گئی ہے کہ پہلی آیت میں بیوت سے مراد بیوت مسکونۃ یعنی آباد مکان ہیں اور دوسری آیت میں ''بیوت غیر مسکونۃ'' یعنی غیر آباد مکانوں کا ذکر ہے۔

اجازت کا تعلق ''بیوت مسکونۃ'' سے ہے جب کہ عدم اجازت کا تعلق ''بیوت غیر مسکونۃ'' سے ہے۔
متأخرین کے نزدیک دونوں آیتیں محکم ہیں یعنی دونوں اپنی اپنی جگہ نافذ ہیں پہلی آیت میں آباد مکان میں بلا اجازت داخل ہونیکی ممانعت ہے اور دوسری آیت میں غیر آباد مکان میں بلا اذن داخلہ کی اجازت دی گئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوسری آیت پہلی آیت کی مخصص ہے۔

علامہ شاطبی اس کے بعد بیان مبہم یا مجمل کی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**''وقال فی قوله تعالیٰ: ﴿قل الانفال لله والرسول﴾ (۳۳) منسوخ بقوله: ﴿واعلموا أنما غنمتم من شئ فأن لله خمسه﴾ (۳۴) وإنما ذلک بیان لمبهم فی قوله (لله والرسول)'' (۳۵)**

اس مثال میں بھی منسوخ آیت مجمل یا مبہم ہے اور ناسخ آیت اس کا بیان ہے لیکن متقدمین اس پر بھی نسخ ہی کا اطلاق کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت قتادہؒ کے نزدیک مدخولہ عورت کی عدت کے متعلق جو آیت ہے منسوخ ہے اور اس کی ناسخ وہ آیت ہے جس میں غیر مدخولہ عورت کے لیے جداگانہ حکم آیا ہے اور اسی طرح وہ آیت جس میں آئسہ صغیرہ اور حاملہ عورت کی عدت بیان کی گئی ہے۔

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

**''وقال قتاده أیضا فی قوله: ﴿والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء﴾ (۳۶) إنه نسخ من ذلک التی لم یدخل بها، بقوله: ﴿فما لکم علیهن من عدة تعتدونها﴾ (۳۷) والتی یئست من المحیض والتی لم تحض بعد والحامل، بقوله: ﴿واللائی یئسن من المحیض من نسائکم إن ارتبتم فعدتهن ثلاثة أشهر ــــ إلی قوله: أن یضعن حملهن﴾ (۳۸)'' (۳۹)**

حالانکہ متأخرین کی اصطلاح میں یہ نسخ نہیں بلکہ تخصیص ہے اور خود حضرت قتادہؒ کے نزدیک بھی ہر آیت کا حکم اپنی اپنی جگہ قابل عمل ہے۔

امام شاطبیؒ متقدمین کے نزدیک نسخ کے مفہوم کی وضاحت کے سلسلہ میں متعدد مثالیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

**''والامثلة هنا كثيرة توضح لک أن مقصود المتقدمين باطلاق لفظ النسخ بيان ما فی تلقی الأحكامن مجرد ظاهره إشكال و إيهام لمعنى غير مقصود للشارع فهو أعم من إطلاق الأصوليين، فليفهم هذا''(۴۰)**

امام شاطبیؒ کی طرح امام شاہ ولی اللہ نے بھی نسخ کے بارے میں متقدمین اور متأخرین کا فرق انتہائی وضاحت سے بیان فرمایا ہے اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسی اصطلاحی فرق کی وجہ سے ہی قرآن کریم کی منسوخ آیات کی تعداد میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ متقدمین کی اصطلاح کے مطابق آیات کی تعداد پانچ سو بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے جبکہ متأخرین کی اصطلاح کے مطابق یہ تعداد بہت کم ہو جاتی ہے۔

شاہ ولی اللہ ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' میں فرماتے ہیں:

''از مواضع صعبه در فن تفسیر که مباحث آں بسیار ست و اختلاف درینجا بے شمار معرفت ناسخ و منسوخ ست و اقوی وجوہ صعبه اختلاف اصطلاح متقدمین و متاخرین ست دریں باب آنچه از استقراء کلام صحابه و تابعین معلوم می شود آں ست که ایشاں نسخ را استعمال می گردند بازاء معنی لغوی که ازاله چیزے ست به چیزے نه بازائی مصطلحه اصولیان پس معنی نسخ نزدیك ایشاں ازاله بعض اوصاف آیتے است بآیت دیگر خواه انتہائے مدت عمل باشد یا صرف کلام از معنی متبادر بغیر متبادر یا بیان اتفاقی بودن قیدی یا تخصیص عامی یا بیان فارق درمیان منصوص و آنچه مقیس برآں ست ظاہرا یا ازاله عادت جاہلیت یا شریعت سابقه باب نسخ نزدیك ایشاں باب واسع آمد و عقل را در آنجا جولانی شد واختلاف را

گنجائش و لهذا عدد آيات منسوخه بپا نصد رسانيده اند و اگر نيك بشگافی غير محصور ست اما انچه باصطلاح متاخرين منسوخ ست عدد قليل بيش نيست''(۴۱)

شاہ صاحب کی مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ متقدمین نسخ کو اس کے لغوی معنی ''ازالہ'' میں استعمال کرتے تھے نہ کہ متاخرین اصولیین کے اصطلاحی معنی میں ان کے نزدیک ایک آیت کے بعض اوصاف کا ازالہ کسی دوسری آیت سے کرنے کا نام نسخ ہے۔ یہ ازالہ اوصاف عام ہے اس کی درج ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ انتہائے مدتِ عمل کا بیان

''خیر کثیر'' میں اس کو''انتہائے مدت حکم کا بیان'' کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۔ کلام کے متبادر معنی کو غیر متبادر معنی کی طرف پھیرنا

۳۔ قید اتفاقی کا بیان

۴۔ عام کی تخصیص

۵۔ منصوص اور بظاہر قیاس کیے ہوئے مسئلہ کے درمیان فرق کا بیان

۶۔ زمانہ جاہلیت کی عادت کا ازالہ

۷۔ سابقہ شریعت کا ازالہ

''خیر کثیر'' میں ایک اور کا اضافہ فرماتے ہیں

۸۔ اس باب کا بیان کہ مفہوم موافق یا مفہوم مخالف مراد نہیں۔(۴۲)

یہی وجہ ہے کہ متقدمین کے نزدیک ''نسخ'' کا باب انتہائی وسیع تھا اور اس میں عقل کے لیے گنجائش کافی تھی۔ اسی لیے سلف کے ہاں منسوخ آیات کی تعداد بہت زیادہ تھی جبکہ مذکورہ صورتوں میں سے متاخرین کے ہاں صرف ''بیان انتہائے مدت حکم'' کی صورت ہی ''نسخ'' کہلاتی ہے۔ جس کی بنا پر منسوخ آیات کی تعداد کم ہوکر انتہائی قلیل ہوگئی۔ بقیہ صورتوں کے لیے علماءِ اصول کے ہاں مستقل

اصطلاحات ہیں جن کے ذریعہ وہ ''نسخ'' اوران کے درمیان امتیاز کرتے ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ زید فرماتے ہیں:

''وهكذا كان الصحابة (رضوان الله عليهم)، والتابعون من بعدهم ___ يرون أن النسخ هو مطلق التغيير الذى يطرأ على بعض الأحكام، فيرفعها ليحل غيرها محلها، أو يخصص ما فيها من عموم، أو يقيد مافيها من إطلاق. سواء أكان الناسخ عندهم متصلا بالنص المنسوخ، كما فى الاستثناء، والتقييد، أم كان منفصلا عنه متأخرا فى النزول كما فى رفع الحكم السابق كله (وهو النسخ عند جميع الفقهاء والاصوليين)، وكما فى رفع الحكم عن بعض ما يشمله العام إذا تأخر نزول المخصص (وهو النسخ الجزئى عند الحنفية)''(۴۳)

## متأخرین کے نزدیک نسخ کا مفہوم

امام شافعیؒ کی تصنیف ''الرسالہ'' میں سب سے پہلے نسخ کے اصطلاحی معنی ___ جو بعد میں اصولیین نے اختیار کیے ___ کو نسخ کے دیگر اطلاقات مثلاً تخصیص العام، تقیید المطلق، تفصیل المجمل وغیرہ جو متقدمین خصوصاً صحابہ کرامؓ وتابعین کے دور میں عام تھے، سے ممیّز کر کے بیان کیے گئے۔ امام شافعیؒ نے اگرچہ بعد کے اصولیین کی طرح نسخ کی باقاعدہ منطقی تعریف نہیں فرمائی لیکن ''الرسالۃ'' میں نسخ سے متعلق دو متفرق مقامات پر ایسی عبارات ملتی ہیں جن کا مدلول وہی معلوم ہوتا ہے جو اصولیین کے اصطلاحی نسخ کا مفہوم ہے۔

ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں:

''و معنى ((نسخ)) ترك فرضه ___ كان حقا فى وقته و تركه حقا إذا نسخه الله''(۴۴)

اس جملہ میں امام شافعیؒ نے واضح فرمایا کہ نسخ کے معنی ''ترک'' کے ہیں یعنی ایک فرض جو

اپنے وقت میں حق تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرمادیا تو اب اس کا ترک حق ہو گیا۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

**''ولیس ینسخ فرض أبدا إلا أثبت مکانه فرض . کما نسخت قبلة بیت المقدس فأثبت مکانها الکعبة ___ و کل منسوخ فی کتاب و سنة هکذا'' (۴۵)**

اس عبارت میں امام شافعیؒ واضح فرماتے ہیں کہ کوئی فرض ایسا نہیں ہے جس کے منسوخ ہونے کے بعد اس کے مقام پر دوسرا فرض مقرر نہ کیا گیا ہو۔ مثلاً بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ کیا گیا تو اس کی جگہ کعبۃ اللہ کو قبلہ مقرر کیا گیا چنانچہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ہر منسوخ کا یہی حال ہے۔

ان دونوں عبارات کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخ ایسا ترک یا رفع ہے جو اثبات کو لازم کرتا ہے۔ یعنی اگر ایک فرض یا حکم ترک کیا گیا تو لازماً اس کی جگہ دوسرا فرض یا حکم نازل کیا گیا۔ چنانچہ ان عبارات کا وہی مدلول ہے جو اصولیین کی نسخ کی اصطلاحی تعریف سے مفہوم ہو رہا ہے۔

**''رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی متأخر'' (۴۶)**

اس کے ساتھ ہی اگر تخصیص سے متعلق امام شافعیؒ کے نقطہ نظر کو سامنے رکھا جائے جو انہوں نے ''الرساله'' ہی کے باب ''الفرائض التی انزل الله نصًا'' میں بیان کیا ہے تو یہ امر مزید واضح ہو جاتا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک نسخ سے مراد حکم اول کا مکمل رفع ہے۔

امام صاحب تخصیص کی مثال میں آیت حد قذف ﴿ **والذین یرمون المحصنات ثم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة و لا تقبلوا لهم شهادة ابدا، و اولئک هم الفاسقون** ﴾ (۴۷)

اور آیت لعان ﴿ **والذین یرمون أزواجهم ولم یکن لهم شهداء إلا انفسهم فشهادة احدهم اربع شهادات بالله إنه لمن الصادقین . والخامسة أن لعنة الله علیه إن کان من الکاذبین. و یدرأ عنها العذاب أن تشهد اربع شهادات بالله إنه لمن الکاذبین . والخامسة أن غضب الله علیها إن کان من الصادقین** ﴾ (۴۸) بیان کرنے

عدفرماتے ہیں:

”فلما فرق الله بين حكم الزوج و القاذف سواه ، فحد القاذف سواه ، إلا أن يأتي باربعة شهداعلى ما قال، و أخرج الزوج باللعان من الحد. دل ذلك على أن قذفة المحصنات، الذين اريدوا بالجلد : قذفة الحرائر البوالغ غير الازواج .

و في هذا الدليل على ما وصفت، من أن القرآن عربي، يكون منه ظاهره عام، و هو يراد به الخاص ، لا أن واحدة من الآيتين نسخت الاخرى، ولكن كل واحدةٍ منهما على ما حكم الله به ، فيفرق بينهما حيث فرق الله ، و يجمعان حيث جمع الله“(۴۹)

حاصل اس کا یہ ہے کہ آیت لعان اگرچہ مخصص منفصل ہے لیکن امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق آیت حدقذف کی تخصیص ہی ہے نہ کہ نسخ جزئی جو حنفی اصولیین کا نقطہ نظر ہے۔لہٰذا امام شافعیؒ کے نزدیک ”نسخ“ سے مراد حکم اول کا مکمل رفع ہے۔امام شافعیؒ نے ”الرسالہ“ میں نسخ کی جو متعدد مثالیں بیان کی ہیں اس سے آپ کے نقطہ نظر کی وضاحت بخوبی ہوجاتی ہے۔(۵۰)

امام شافعیؒ کے بعد آنے والے علماء اصول نے ”نسخ“ کے اسی مفہوم کی جو ”الرسالہ“ میں بیان کیا گیا، باقاعدہ منطقی تعریف کرنے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے ”نسخ“ ان دیگر اطلاقات سے جو متقدمین کے ہاں عام تھے، سے اس طرح ممیّز ہوگیا کہ ”نسخ“ کا مفہوم حکم اول کا حکم ثانی سے رفعِ کلی ہی اصطلاحی معنی قرار پایا۔سوائے حنفی اصولیین کے کہ جن کے نزدیک مخصص منفصل ”نسخ“ ہی کی صورت ہے۔

## علماءِ اصول اور نسخ کی اصطلاحی تعریف

”نسخ“ کی اصطلاحی تعریف میں علمائے اصول کے مختلف اقوال ہیں۔

علامہ جصاصؒ فرماتے ہیں:

”والنسخ في الشريعة هو بيان مدة الحكم الذى كان في توهمنا و تقديرنا

جواز بقائه، فتبين لنا أن ذلك الحكم مدته إلى هذه الغاية ، ولم يكن قط مرادا بعدها ''(۵۱)

علامہ بزدویؒ فرماتے ہیں:

''هو فی حق صاحب الشرع بيان محض لمدة الحكم المطلق الذی كان معلوما عند الله تعالیٰ الا انه اطلقه فصار ظاهره البقاء فی حق البشر فكان تبديلا فی حقنا''(۵۲)

علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

''فكان النسخ بياناً لمدة الحكم المنسوخ فی حق الشارع و تبديلا لذلك الحكم بحكم آخر فی حقنا علی ما كان معلوما عندنا لو لم ينزل الناسخ''(۵۳)

ابوالحسین بصری فرماتے ہیں:

''قول صادر عن الله عزوجل ، أو منقول عن رسول الله ﷺ ، أو فعل منقول عن رسوله يفيد إزالة مثل الحكم الثابت بنص صادر عن الله ، أو بنص أو فعل منقولين عن رسوله ، مع تراخيه عنه ، علی وجه لو لاه لكان ثابتاً''(۵۴)

علامہ جوینیؒ فرماتے ہیں:

''هو اللفظ الدال علی ظهور انتفاء شرط دوام الحكم الأول''(۵۵)

ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

''حد النسخ أن بيان انتهاء زمان الأمر الإول فيما لايتكرر''(۵۶)

قاضی ابوالولید الباجی فرماتے ہیں:

''فاما النسخ فهو إزالة الحكم الثابت بالشرع المتقدم بشرع متأخر عنه لو لاه لكان ثابتا''(۵۷)

قاضی ابو بکر الباقلانی ، امام غزالیؒ ، امام ابو اسحاق شیرازی اور اکثر اشاعرہ نسخ کی تعریف اس طرح

فرماتے ہیں۔(۵۸)

''انه الخطاب الدال على ارتفاع الحكم الثابت بالخطاب المتقدم على وجه لولاه لكان ثابتا ه مع تراخيه عنه''(۵۹)

معتزلہ کے نزدیک نسخ کی تعریف اس طرح ہے:

''هو الخطاب الدال على أن مثل الحكم الثابت بالمنسوخ غير ثابت فى المستقبل على وجه لولاه لكان ثابتا بالنص الأول''(۶۰)

مذکورہ تعریفات کا اگر غائر نظر سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حنفی اصولیین جن میں علامہ جصاصؒ، علامہ بزدوی اور علامہ سرخسیؒ سرفہرست ہیں ''بیان انتہائے مدت حکم'' کو نسخ قرار دیتے ہیں جبکہ متکلمین اصولیین جن میں قاضی ابوبکر الباقلانی، ابواسحاق شیرازی اور امام غزالی اہم ہیں نسخ سے ''رفع حکم'' مراد لیتے ہیں۔

# حوالہ جات


۱۔ لسان العرب،۳/۶۱
۲۔ ایضاً
۳۔ ایضاً
۴۔ ایضاً
۵۔ ایضاً
۶۔ اساس البلاغۃ،۴۵۴
۷۔ القرآن:۴۵/۲۹
۸۔ القرآن:۲/۱۰۶
۹۔ اصول سرخسی،۲/۵۵
۱۰۔ المستصفی،۱،ص۸۶
۱۱۔ المعتمد،۱/۳۶۴
۱۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام،۳/۱۴۷
۱۳۔ الناسخ والمنسوخ، ۵
۱۴۔ القرآن:۲۲/۵۲
۱۵۔ نواسخ القرآن، ۲۰
۱۶۔ القرآن:۱۶/۱۰۱
۱۷۔ اصول بزدوی، ۲۱۸
۱۸۔ کشف الاسرار،۳/۲۳۲،۲۳۳
۱۹۔ المحصول فی علم اصول الفقہ،۱/۵۲۶
۲۰۔ الاحکام فی اصول الاحکام،۳/۱۴۹۔۱۵۰
۲۱۔ النسخ فی القرآن الکریم،۱/۶۷
۲۲۔ القرآن:۲/۱۰۶
۲۳۔ الموافقات،۳/۱۰۸۔۱۰۹
۲۴۔ القرآن:۱۷/۱۸
۲۵۔ القرآن:۴۲/۲۰
۲۶۔ الموافقات،۳/۱۰۹
۲۷۔ القرآن:۲۶/۲۲۴
۲۸۔ القرآن:۲۶/۲۲۷
۲۹۔ الموافقات،۳/۱۰۹،۱۰۱
۳۰۔ القرآن:۲۴/۲۷
۳۱۔ القرآن:۲۴/۲۹
۳۲۔ الموافقات،۳/۱۱۰
۳۳۔ القرآن:۸/۱
۳۴۔ القرآن:۸/۴۱
۳۵۔ الموافقات،۳/۱۱۰
۳۶۔ القرآن:۲/۲۲۸
۳۷۔ القرآن:۳۳/۴۹
۳۸۔ القرآن:۶۵/۴
۳۹۔ الموافقات،۳/۱۱۵
۴۰۔ الموافقات،۳/۱۱۷
۴۱۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر،۱۵،۱۶
۴۲۔ خیر کثیر، ۲۷۹
۴۳۔ النسخ فی القرآن الکریم،۱/۷۳
۴۴۔ الرسالہ،۱۲۲

۴۵۔ الرسالۃ، ۱۰۹۔۱۱۰ ۴۶۔ الموافقات، ۳/ ۱۰۸

۴۷۔ القرآن: ۲۴/ ۴ ۴۸۔ القرآن: ۲۴/ ۶۔۹

۴۹۔ الرسالہ، ۱۴۸

۵۰۔ تفصیل دیکھیے، الرسالہ، ۱۱۳۔۱۴۶ ؛ النسخ فی القرآن الکریم، ص ۷۴۔۷۸

۵۱۔ الفصول فی الاصول، ۲/ ۱۹۷ ۵۲۔ اصول بزدوی، ۲۱۸

۵۳۔ اصول السرخسی، ۲/ ۵۶ ۵۴۔ المعتمد، ۱/ ۳۶۶۔۳۶۷

۵۵۔ البرہان، ۲/ ۸۴۵ ۵۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ۱(iv)/ ۴۶۳

۵۷۔ الاشارۃ، ۳۸۱۔۳۸۷

۵۸۔ امام رازی، قاضی ابوبکر باقلانی، امام غزالی اور اسحاق شیرازی کی مشہور تعریف کا ناقدانہ جائزہ لینے کے بعد خود اس طرح فرماتے ہیں: "والأولی أن یقال النسخ : طریق شرعی یدل علی أن مثل الحکم الذی کان ثابتا بطریق شرعی لا یوجد بعد زلک مع تراخیه عنه، علی وجه لولاه لکان ثابتاً"

پھر فرماتے ہیں: "فقولنا : طریق شرعی : نعنی به القدر المشترک بین القول الصادر عن الله تعالیٰ و عن رسوله علیه الصلاة والسلام والفعل المنقول عنهما"

مزید فرماتے ہیں: "و یخرج عنه اتفاق الامة علی احد القولین ، لأن ذلک لیس بطریق شرعی علی هذاالتفسیر . ولا یلزم أن یکون الشرع ناسخا لحکم العقل ، لأن العقل لیس بطریق شرعی ، ولا یلزم أن یکون العجز ناسخا لحکم شرعی ، لأن العجز لیس بطریق شرعی ولا یلزم تقیید الحکم بغایة ، أو شرط ، أو استثناء ، لأن ذلک غیر متراخ" (المحصول ، ۱/ ۵۲۸)

علامہ آمدی متکلمین کی مذکورہ تعریف پر وارد اشکالات کے جوابات دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: "و مع ذلک ، فالمختار فی تحدیده أن یقال: النسخ عبارة عن خطاب الشارع المانع من استمرار ما ثبت من حکم خطاب شرعی سابق " (الاحکام فی اصول الاحکام ، ۳/ ۱۵۵)

ابن حاجب تحریر فرماتے ہیں: "وقالت الفقهاء: النسخ النص الدال علی انتهاء أمد الحکم الشرعی مع التاخر عن مورده " (منتهی الوصول والأمل ، ۱۵۴)

علامہ خبازیؒ فرماتے ہیں: "وإنه بیان لمدة الحکم المطلق الذی ظاهره البقاء، فکان تبدیلافی حقنا، بیانا محضا فی حق صاحب الشرع" (المغنی فی اصول الفقه، ۲۵۱)

علامہ نسفی فرماتے ہیں:"و فی الاصطلاح قیل هو رفع حکم بدلیل شرعی متأخر، و قیل : بیان منتهی ما أراد الله تعالیٰ بالحکم الأول من الوقت، والأصح أنه بیان انتها ء الحکم الشرعی المطلق الذی فی تقدیر أو هامنا استمراره بطریق التراخی" (کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار، ۲/۱۳۹)

علامہ شوکانی فرماتے ہیں:" هو رفع حکم شرعی بمثله مع تراخیه عنه" (ارشاد الفحول، ۲۷۶)

۵۹۔ اللمع، ۵۵؛ المستصفی، ۸۶

۶۰۔ اللمع، ۵۵

# مراجع ومصادر


۱۔ القرآن الکریم

۲۔ ابن تیمیہ، تقی الدین احمد، مقدمہ فی اصول تفسیر، لاہور، دارالنشر الکتب اسلامیہ، (س۔ن)

۳۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ ابن خلدون، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء

۴۔ ابن صلاح، عثمان بن عبدالرحمٰن، مقدمہ ابن صلاح فی علوم الحدیث، بیروت، دارالکتب العلمیہ مجلد اول ۱۹۸۵ء

۵۔ ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف، جامع بیان العلم وفضلہ، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۷۸ء

۶۔ ابن کثیر، اسماعیل، ابوالفداء، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۲۰۰۰ء

۷۔ ابن کثیر، اسماعیل، ابوالفداء، الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث، بیروت، دارالکتب العلمیہ، طبع چہارم، ۱۹۹۴ء

۸۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، بیروت، داراحیاء الکتب العربی، (س۔ن)

۹۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، بیروت، دارالفکر، ۱۹۹۴ء

۱۰۔ احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۳ء

۱۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، مکہ مکرمہ، مکتبہ النھضۃ الحدیث، ۱۳۷۶ھ

۱۲۔ بدر عالم، محمد میرٹھی، ترجمان السنہ، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، (س۔ن)

۱۳۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۵ء

۱۴۔ ثعالبی، محمد بن حسن الفاسی، الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۵ء

۱۵۔ حاکم، محمد بن عبداللہ، معرفۃ علوم الحدیث، بیروت، دارالکتب العلمیہ طبع دوم، ۱۹۷۷ء

۱۶۔ خطیب، احمد بن عبداللہ، التبریزی، مشکوۃ المصابیح، بیروت، دارالفکر، ۱۹۹۱ء

۱۷۔ زرکشی، محمد بن عبداللہ، بدرالدین، البرھان فی علوم القرآن، بیروت، دارالفکر، ۱۹۸۸ء

۱۸۔ سیوطی، عبدالرحمٰن، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، بیروت، دارالکتاب العربی، طبع اول ۱۹۹۹ء

۱۹۔ ایضاً، الدرالمنثور فی تفسیر الماثور، بیروت، دارالکتب العلمیہ طبع اول ۱۹۹۰ء

۲۰۔ ایضاً، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، لاہور، دارنشر الکتب اسلامیہ، (س۔ن)

۲۱۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشرعیۃ، بیروت، دارالمعرفۃ، (س۔ن)

۲۲۔ الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل اٰی القرآن، بیروت، دارالفکر، ۱۹۹۵ء
۲۳۔ قرطبی، محمد بن عبداللہ، الجامع لاحکام القرآن، بیروت، مؤسسۃ مناھل العرفان، (س۔ن)
۲۴۔ نسائی، احمد بن شعیب، سنن النسائی، بیروت، داراحیاء التراث العربی، (س۔ن)

☆☆☆☆☆☆☆☆